لطیفہ۳

معرفتِ عارف ومتعرف وجاہل

(دربیان معرفتِ عارف ومتعرف وجاہل)

قال الا شرف :

المعرفة هی روية الحق فی مراتب الظهور من الا فعال والصفات وَالذوات و وصفٍ من حيث الصدور۔

ترجمہ:- اشرف (قدوۃ الکبرا) کہتا ہے کہ معرفت یہ ہے کہ حق کا مشاہدہ کیا جائے افعال وصفات وذوات اور وصف کے مراتب الظہور میں باعتبار صدور کے۔

اس موقع پر حضرت نورالعین نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمتِ گرامی میں عرض کیا کہ اہل معرفت دار بابِ کشف کا انتہائی درجہ حضور بیان فرمادیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عوارف المعارف میں بیان کیا گیا ہے کہ معرفت سے مراد معلوم مجمل کا صورت تفصیل میں جاننا ہے مثلاً علمِ نحو یہ بتا تا ہے کہ فلاں عامل لفظی اور مغوی طور پر کیا عمل کرتا ہے، یہ جاننا گویا علم نحو کا برسبیل اجمال جاننا ہے پھر سر عامل کا تفصیلاً جاننا عبارت عربیہ کو بے توقف و تکلف پڑھنے کے وقت اور عامل کا اس کے موقع پر استعمال کرنا یہ معرفتِ نحو ہے اور دوبارہ جاننے میں فکر اور تکلف سے کام لینا یہ تعرفِ نحو ہے اور جاننے کے باوجود اس سے غفلت کرنا یہ سہود خطا ہے ۔ پس اللہ تعالیٰ کی معرفت کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات کو تفصیلی صورتوں اور نئے نئے واقعوں میں دوبارہ پہچاننا بعد اس کے کہ اجمالی طور پر معلوم ہو چکا ہے کہ موجودِ حقیقی اور فاعلِ مطلق اسی کی ذاتِ پاک ہے اور جب تک توحید کا اجمالی علم نہ ہو تفصیلی مشاہدہ نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا موحد تفصیلی صورتوں میں اور احوالِ متحدہ ومتضاد کے وقوع میں جیسے نفع ونقصان، عطاومنع میں قبض وبسط میں یا نقصان پہنچانے ، نفع پہنچانے والے، معطی و مانع کی صورت میں قابض و باسط کے حال میں صرف حق سبحانہٗ تعالیٰ کو سمجھتا بوجھتا ہے بغیر کسی توقف وتکلف کے اور اسے عارف کہتے ہیں جیسا کہ فرمایا کہ عارف ایک آئینہ ہے جس میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں ظاہر ہوتا اور اگر پہلی دفعہ اس سے غافل ہوگیا اور پھر جلد اس خیال پر آ گیا اور درمیانی چیزوں کی صورتوں میں فاعل مطلق کو پہچاننے لگا اُس کو متعرف کہتے ہیں عارف نہیں کہتے اور اگر اللہ تعالیٰ سے بالکل ہی غافل ہوا اور افعال کی تاثیروں کو وسائط کے حوالہ کرے اُسے بھولا بھٹکا اور مشرکِ خفی کہتے ہیں مثلاً کوئی توحید پر تقریر کر رہا ہے اور اپنے کو دریائے توحید میں مستغرق ظاہر کرتا ہے اور کوئی دوسرا انکار کرکے اعتراض کرے اور کہے کہ اس کی باتیں وجد وحالت سے خالی ہیں بلکہ غور وفکر کا نتیجہ ہیں تو فوراً رنجیدہ

http://Ashrafi.org

ہو جاتا ہے اور غصہ دکھاتا ہے اور اس کی خبر نہیں رکھتا کہ یہ رنج منکر کے قول کا عین مصداق ہے کہ وہ وجد اور حالت سے خالی ہے۔ فوراً فرمایا۔

بہر تقدیر گویا ہست ولدار ہر اک تقریر میں گویا ہے ولدار
اگر اقرار باشد خواہ انکار اگر اقرار ہو یا خواہ انکار

ورنہ اس انکار کی صورت میں فاعل مطلق کو پہچان لیتا تو منکر پر غصہ نہ کرتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت شیخ عبدالرزاق کاشی (قدس سرہٗ) سے عارفوں کے مراتب کے سلسلہ میں وضاحت کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ صاحب فصوص الحکم کے ارشدات میں آیا ہے یعنی صاحب فصوص فرماتے ہیں عارفین کے کئی طبقات ہیں بعض اُن میں سے وہ لوگ ہیں جو باری تعالیٰ کی معرفت بذریعہ عقل حاصل کرتے ہیں اور اس کے وجود پر استدلالِ عقلی پیش کرتے ہیں یعنی اثر و فعل و موجودات کو دیکھ کر موثر و فاعل و موجد پر دلیل لاتے ہیں اور بعض ان میں سے وہ حضرات ہیں جو حق کو حق سے پہچانتے ہیں جیسا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ کا ارشاد ہے:- عرفت ربی بربی (میں نے اپنے رب کی معرفت رب کے ذریعہ سے حاصل کی) اور عرفان حق کو حق سے حاصل کرنا ایسا ہے جیسے آفتاب کو آفتاب سے پہچاننا۔ اور حق کی تلاش عقل سے کرنا ایسا ہے جیسے آفتاب کے طلوع کو چراغ سے پہچاننا کہ جب صبح ہوئی چراغ دھیما پڑ گیا جیسا کہ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے حضرت کمیل سے کہ چراغ بجھا دو کیونکہ صبح ہو گئی اور معرفت تو کشف کے بعد ہوتی ہے اور علم کشف سے پہلے اور اس کے بعد بھی ہوتا ہے اور عارف وہ ہے جو اشیاء میں مشاہدۂ حق کرے وہ اشیاء ظہور جمال و تجلیات جلال حق کی آئینہ ہیں۔ چنانچہ بعض ارباب کشف کا قول ہے کہ میں نے جس چیز کو دیکھا اس میں اللہ کو دیکھا تو میں نے اس کی معرفت حاصل کر لی۔ حضرت بایزید بسطامی قدس الہ سرہ کا قول ہے کہ میں نے اللہ کو اللہ ہی سے پہچانا اور ماسوی اللہ کو اس کے نور کے زریعہ سے جانا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عارف کو چاہیئے کہ تمام مظاہر کائنات اور موجودات میں انوار الٰہی کا مشاہدہ کرے، اگر کوئی نفع پہنچے تو سمجھ لے کہ اس میں اسم "النّافع" کی تجلّی جلوہ گر ہے جو مجھے نفع پہنچا رہی ہے اور اس پر شکر ادا کرے اور اگر نقصان کا ظہور پایا جائے تو یہ جانے کہ اسم "الضّار" کی تجلّی اس میں جلوہ گر ہے اور مجھے صرف ضرر میں ڈالتی ہے اگر چہ بظاہر نقصان پہنچ رہا ہے حالانکہ بالخفا نفع ہے۔

شعر

اگر داروئی تلخ آرد طبیب جو کڑوی دوا بھی پلائے طبیب
بخور کاندرو ہست نفع غریب تو پی لے کہ ہے نفع میں وہ عجیب

مطابق حالی حکایت

حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً) فرمایا حضرت شیخ نظام الحق والدین کا ایک مرید کسی ایسے گاؤں میں جہاں سے دہلی صرف دو منزل تھا، رہتا تھا اور حضرت نظام الدین اولیاء کے ارشاد کے مطابق اسی گاؤں میں ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہ کر منازل سلوک کو طے کر رہا تھا اتفاقاً راہ سلوک

میں اس کو وقفہ پیش آ گیا اس نے اس وقفہ کو دور کرنے کے لے بہت کچھ کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا، آخر کار حضرت پیر و مرشد سے رجوع کیا کہ اس کی دست گیری فرمائیں، حضرت تو ایک طبیب حاذق تھے آپ نے اس کے درد کا مداوا کر دیا اور وہ وقفہ ختم ہو گیا۔ خوش خوش وہ اپنے مقام پر واپس آیا اور پھر اپنے اشغال اوَراد میں حسب سابق مصروف ہو گیا اور بہت جلد منازلِ سلوک کو طے کرنے لگا۔ ایک رت کے بعد وہ پھر ایک حجاب سے دوچار ہوا اس کے حصولِ مقصود میں پھر رکاوٹ پیدا ہو گئی اور اس کے حال کا آئینہ زنگ آلود ہو گیا۔ وہ پھر ضرورتاً آپ کی خدمت کی طرف رجوع ہوا کہ کہا گیا ہے کہ بیمار طبیب کی خدمت میں پہنچتا ہے ۔

غزل

درد مندی میرود سوئ طبیب	جاتا ہر بیمار ہے سوائے طبیب
خانۂ جواد می پرسد غریب	پوچھتا گھر ہے سخی کا ہر غریب
ہر کسی راچشم کور ست میرود	آنکھ سے معذور جاتا ہے وہاں
ہر کسی کو دارد از کحل عجیب	جس جگہ پاتا ہے وہ کحلِ عجیب
دردمندی راکہ می باید دوا	جسکو حاجت ہو دوا کی اسکو کاش
باید اورا شربتِ اشرف نصیب	شربتِ دیدار اشرف ہو نصیب
بر درش چون کعبۂ مقصود ماست	اُن کا در جو کعبۂ مقصود ہے
خاک بوسد ہر کہ او باشد لبیب	چومتا ہے ہر عقیل و ہر لبیب
جوہری باید کہ داند جوہرت	قدر جوہر جانتا ہے جوھری
اشرف عالم نجیب است و نجیب	اشرف عالم ہیں اشرف اور نجیب

چنانچہ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچا اور اپنے درد و الم کا اظہار کیا ۔ آپ نے اپنی حذاقت کے بموجب اس کے مناسب حال اس کا تدراک فرمایا۔ مرید نے ہر چند کوشش کی لیکن اس مرتبہ مقصود حاصل نہیں ہوا۔ حضرت سلطان المشائخ نے جب یہ ملاحظہ فرمایا کہ اس کا درد دوا پذیر نہیں ہے تو آپ نے مرید سے فرمایا کہ اب تدبیر صرف یہ ہے کہ صبر کرو اور اس وقت تک انتظار کرو کہ مفتح الابواب اپنی رحمت اور کرم کا دروازہ تم پر کھولے ۔ بے چارے نامراد مرید نے مایوس ہو کر اپنے گھر کی راہ لی، راستہ میں ایک گاؤں تھا وہاں ٹھہر گیا۔ ایک مسجد میں آیا اس مسجد کی چھت پر چند نوجوان بیٹھے خربوزے کھا رہے تھے، انہوں نے جب اس نوجوان صوفی کو دیکھا تو ازراہِ تمسخر اس پر خربوزے کے چھلکے پھینکنے لگے، جتنی بار اس پر چھلکے پھینکے جاتے کچھ نہ کچھ اس کی عقدہ کشائی ہو جاتی، یہاں تک کہ اس کی تمام دشواریاں جو اُسے درپیش تھیں اور جو رکاوٹیں راہ سلوک کے طے کرنے میں سامنے آ گئی تھیں سب کی سب دور ہو گئیں اور پھر کوئی عقدہ باقی نہیں رہا وہ اس وعقدہ کشائی پر اللہ تعالٰی کا شکر بجا

http://Ashrafi.org

لایا دیہ نتیجہ تھا اس صبر کا جوان نوجوانوں کے تمسخر پر اس نے کیا۔ اس کے راہ کی رکاوٹیں دور ہوگئیں)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب کوئی عارف اسم "القہّار" کی تجلی کے محل میں آجائے تو اس کو چاہیے کہ فوراً اسم "الحفیظ" یا اسم اللّطیف کی تجلی میں آجائے لیکن یہ خیال رکھے کہ اگر وہ یہ دیکھے کہ حق تعالیٰ اسم "القہار" کی تجلی میں جلوہ فرما ہے تو پھر ایسا نہ کرے (پناہ طلبی میں دیلری نہ کرے) اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً) یہ واقعہ بیان فرمایا کہ شیخ عبداللہ بلبانی کا ایک مرید آپ کے فرمانے کے بموجب کسی کوہستانی علاقہ میں ریاضت میں مصروف تھا۔ ایک دن ایک کالا سانپ اس کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے سانپ کو پکڑنا چاہا مگر سانپ نے اس کو ڈس لیا اور اس کا تمام جسم سوج گیا۔ اس نے اپنے شیخ کے پاس یہ خبر بھیجی کچھ لوگ اس کے پاس آئے اور شیخ کے پاس لے گئے شیخ نے مرید سے کہا کہ تو نے سانپ کو کیوں پکڑا جو اس نے تجھے ڈس لیا۔ مرید نے کہا اے شیخ آپ نے فرمایا تھا کہ غیر خدا کچھ نہیں ہے میں نے اس سانپ غیر خدا نہیں سمجھا اور اسی سبب سے اسے پکڑنے کی جرأت کی۔ شیخ نے کہا کہ جب خداوند تعالیٰ تجھ کو لباس قہر میں نظر آئے تو اس وقت بچنا چاہیئے اور اس کے پاس مت جا اور اگر ایسا کرے گا تو یہی حال ہوگا جو اس وقت ہوا ہے یہ کہہ کر اپنا ہاتھ اس کے سر کے نیچے رکھ دیا اور اسکو اٹھا کر بٹھایا اور فرمایا کہ آئندہ ایسی گستاخی نہ کرنا تاوقتیکہ اس کے جلال و جمال کی تجلی کو اچھی طرح نہ پہچان لو۔ اس کے بعد شیخ نے دعا پڑھی جس کی برکت سے چڑھی ہوئی تمام سوجن دور ہوگئی۔ شفا پا کر وہ اپنے مقام پر لوٹ آیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس ضمن میں فرمایا کہ یہی سبب ہے کہ صوفیہ عظّام اور عارفین متقدمین نے خواجہ منصور (حلّاج) کے کمال حال میں کچھ نقصان اور کمی بتائی ہے۔ اسی لیے کہ انہوں نے رعایت شریعت کا لحاظ نہیں رکھا تھا اور اسم "القہار" کی تجلی سے اسم "اللطیف" کی تجلی کی پناہ میں نہیں آئے اس لیے کہ وہ اولیائے کاملین اور اصفیائے صادقین جو "فناء الفنا" کی صفت سے موصوف اور عرفان حقایق و دقائق میں معروف و مشہور گزرے ہیں وہ اپنے احوال ذکیہ اور مقامات اعلیٰ پر ہمیشہ غالب رہے ہیں (مغلوب نہیں ہوئے) اس موقع پر حضرت نے شیخ عبداللہ بلبانی قدس سرہٗ سے مروی یہ حکایت بیان فرمائی کہ وہ فرماتے تھے کہ شیخ عبداللہ کی حضرت شیخ زاہد ابوبکر سے (جو ایک صاحبِ کشف کامل اور معارف آگاہ تھے) بڑی بے تکلفی تھی اور ان سے اکثر ظریفانہ انداز میں گفتگو کیا کرتے تھے چنانچہ شیخ عبداللہ کا بیان ہے :-

شیخ منصور کی ناکامی

ایک دن میں شیخ زاہد ابوبکر کی خدمت میں گیا۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ تم کہاں تھے اور کیا لائے ہو۔ میں نے تواضع اختیار کی اور خاموش رہا اور کچھ دیر یونہی بیٹھا رہا۔ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ کے گھر سے آرہا ہوں۔ یہ سُن کر انہوں نے فرمایا اے مردک! یہ کیا کہہ رہے ہو میں نے کہا میں غیر خدا نہیں ہوں (گفتم من غیر خدا نیستم) شیخ زاہد نے

فرمایا کہ تم نے پھر سے منصور کی بات کہہ دی۔ میں نے کہا کہ میں ایک آہ سے صد ہزار منصور پیدا کر سکتا ہوں۔ جیسے ہی میں نے یہ بات کہی انہوں نے اپنا عصا میرے مارنے کے لیے اٹھایا میں نے اپنی جگہ سے جست لگائی اور عصا کی زد سے نکل گیا۔ شیخ زاہد نے مجھے ایک موٹی سے گالی دی اور فرمایا کہ منصور کی سولی پر چڑھا دے گیا اور وہ نہیں بھاگا اور تو صرف عصا کی ضرب سے ڈر کر بھاگ گیا میں نے کہا وہ منصور کی ناتمامی اور خامی تھی اگر پختہ اور کامل ہوتے تو بھاگ جاتے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک دونوں باتیں ایک ہی ہیں۔ جب میں نے یہ بات کہی تو شیخ زاہد نے فرمایا کہ تو گھاس کھا گیا ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں میں نے گھاس کھائی ہے لیکن حقیقت کے سبزہ زار سے کھائی ہے۔ یہ سنکر انہوں نے فرمایا کہ بہت اچھی طرح کھائی ہے اور خوب کھائی ہے آؤ میرے سجادہ پر بیٹھو اور اس سجادہ کی حفاظت کرو، میں نے تعمیل کی، پھر شیخ زاہد نے فرمایا کہ تم نے منصور کے بارے میں یہ کہا کہ ان کا دار پر چڑھنا اور نہ بھاگنا ان کی خامی اور ناتمامی کے سبب تھا۔ اس پر کوئی دلیل بھی ہے؟ (کس دلیل کی بنیاد پر یہ بات کہی) میں نے کہا دلیل یہ ہے کہ جو سوار اپنی شہسواری کا دعویٰ کرتا ہے اور کبھی اس کا گھوڑا بدک جائے اور باگ ہاتھ سے نکل جائے تو اگر ایسے موقع پر وہ گھوڑے میں گھوڑے کے سر کو پکڑ کر اس کو روک لے تو بے شک ایسے سوار کو ہوشیار اور چالاک کہا جائے گا اور اگر اس حالت میں وہ گھوڑے کو قابو نہیں کر سکا تو پھر وہ تمام جہان میں رسوا ہوگا۔ جب میں نے یہ بات کہی تو شیخ زاہد نے میرے قول کی تصدیق فرمائی اور کہا کہ میں نے تم سے زیادہ دیدہ ور اور کسی کو اب تک نہیں پایا۔

حضرت درِّ یتیم نے بصد تکریم عرض کیا کہ عارف کے لئے یہ بات بہت اہم اور ضروری ہے کہ مظاہر خلقیہ میں بھی وہ شہود حقیقت سے غافل نہ ہو اور مصادر کونیہ (دنیاوی امور) میں مشاہدہ وجوبیہ سے بیگانہ و غافل نہ ہو۔ سلاطین کے مظالم سے جو واقعی ظلم اور اندھیر ہوں بادشاہوں کا انکار کرنا چاہیئے یا اقرار؟ اس کے جواب میں قدوۃ الکبرا نے حضرت شیخ بہاء الدین نقشبند سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا من ادعی المعرفة ولم یتذلل للا غنیاء فهو کذاب فی المعرفة۔ (جس نے معرفت کا دعویٰ کے اور اس نے اغنیاء کے سامنے تواضع اختیار نہیں کی تو وہ معرفت میں جھوٹا ہے) کیونکہ جب عارف توحید حقیقی تک پہنچ جاتا ہے اور کثرت میں وحدت کے مشاہدہ سے مشرف ہو جاتا ہے تو وہ سمجھ لیتا ہے کہ مکونات (مظاہر) عالم میں محبوب کے جمال و کمال کے علاوہ اور کچھ ظاہر نہیں ہے پس دولتمندوں کے سمنے جو مظہر صفاتِ غنا ہیں اگر تواضع اختیار نہ کی جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ عارف میں اس شہود کا فقدان ہے (وہ کثرت میں وحدت کے مشاہدہ اور ہر چیز میں جمال و کمال حقیقی کے مشاہدہ سے بہرہ ور نہیں ہے۔) یہ سن کر حضرت درِّ یتیم (پسر شیخ کبیر) نے عرض کیا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے من تو اضع غنیا لغناه فقد ذهب له ثلثا دینه (جس نے دولت مندکی تواضع اسکی دولت مندی کے سبب کی اس کے دین کا ۲/۳ حصہ جاتا رہا) بظاہر دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اگر چہ بظاہر مضمونِ حدیث منافی دکھائی دیتا ہے مگر حقیقۃً منافی نہیں ہے کیونکہ حدیث میں لغناہ کی ضمیر غنی کی طرف سے

http://Ashrafi.org

پھرتی ہے کہ اسکی غنا ذاتی ہے اور دین نقصان اس لئے ہوتا ہے کہ جو غنا درحقیقت حق تعالیٰ کے لئے ثابت ہے اس کی نسبت غیر اللہ کی طرف کی حالانکہ واقعہ میں یہ غنا نہیں ہے چنانچہ لفظ لغناہ سے یہ ظاہر ہے

شعر

غنی مطلقاً درجہان کردگار غنی دو جہاں میں ہے بس کردگار
غنا جائے دیگر بود مستعار غنا دوسری جا پہ ہے مستعار

عارف کی ہر فتوح عطا کرنے والا حق تعالیٰ ہے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عارف کو جو فتوح بھی پہنچتی ہے وہ جانتا ہے کہ اسکا عطا کرنے والا حق تعالیٰ ہے اور جس کسی سے بھی اس کو فیض پہنچتا ہے تو اس کی صورت میں وہ مبداء فیاض کا مشاہدہ کرتا ہے، عجیب بات تو یہ ہوگی کہ کوئی عارف فتوح کو قبول نہ کرے سوائے اس صورت کے کہ اس کو اندیشہ ہو کہ اس میں حرام مال کی آمیزش ہے۔ اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے یہ واقعہ بیان کیا کہ زمانہ سابق میں ہرات میں کافور نامی بادشاہ تھا اس نے بطورِ ہدیہ کچھ روپیہ اور ایک خط شیخ احمد اسلم طوسی کی خدمت میں بھیجا، انہوں نے قبول نہیں کیا اور واپس کر دیا اور کہا کہ مجھ کو اس کی ضرورت نہیں ہے جن لوگوں سے تم نے زبردستی اسے وصول کیا ہے اُنہی کو دے دو، کیونکہ یہی بہتر ہے۔ جب قاصد واپس بادشاہ کے پاس شیخ احمد اسلم کا پیغام لایا کافور نے قلم دوات منگایا اور پھر شیخ احمد کے نام خط لکھا کہ اے صاحب میں اپنے حق کا مال خواہ زبردستی وصول کروں خواہ نرمی سے لوں تم کو اس سے کیا غرض ہے شاید قرآن شریف میں تم نے نہیں پڑھا ہے کہ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ[۱] (اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے) و بینھا این الکافور (اور درمیان میں کافور کہاں ہے؟) تم نے اس تدرانہ کو کیوں نہ قبول کیا؟ کہتے ہیں کہ دونوں جانب سے خط و کتابت اور ہر ایک قول جب شیخ عبداللہ انصاری کو معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ کافور کی یہ ایک معرفت کی بات اور خدا شناسی اسلم طوسی کو ستر سالہ عبادت سے بڑھ کر ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا! سبحان اللہ سبحان اللہ! گزشتہ زمانہ میں بادشاہ ایسے ہی ہوتے تھے کہ باوجود کمال شان و شوکت کے وہ خود کو سوائے اس کے اور کچھ ہیں سمجھتے تھے کہ قضا و قدر کے مظہر ہیں (اس کے علاوہ ان کا کمال ذاتی کچھ نہیں ہے) بلکہ وہ باین ہمہ عظمت و حشمت خود کو اسماء حق کا مقتضا خیاں کرتے تھے (یعنی ان کو شان و شوکت حق کی شان و شوکت کا ظہور ہے) اس زمانہ میں ان درویشوں اور صوفیوں سے بھی جو خود کو دریائے توحید کا غریق اور بحر وجد و کیف کا غواص کہلاتے رہتے ہیں ہرگز اس قسم کا وقیدہ ان سے ظاہر نہیں ہوتا۔

---

[۱] پ۳ سورۂ آل عمران ۱۲۹

http://Ashrafi.org

اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا نے امیر تیمور (گورگان) کا یہ واقعہ بیان فرمایا کہ امیر تیمور شہر سبزہ وار سے سمر قند جا رہے تھے اُس روز پانچ سو صاحبِ شوکت و ولایت امراء درؤساً ان کے ہمراہ تھے، امیر گھوڑے سے اُتر پڑھے، تمام امراء اور سردار بھی اپنی اپنی سواریوں سے اُتر آئے۔ امیر تیمور کی خواہش تھی کہ کچھ راستہ پیدل چلیں دو خوبصورت غلام انکی بغل میں ہاتھ ڈال کر انکو لے کر چلے کیونکہ ان کے پیر میں لنگ تھا، جب کچھ راستہ طے کرلیا تو انہوں نے غلاموں سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں خود چلوں گا۔ انہوں نے ان کو چھوڑ دیا، امیر گر پڑے تین بار اسی طرح ہوا پھر غلاموں نے پکڑ لیا تب امیر تیمور نے اپنے امیروں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تیمور ایسا بے کار لنگڑا ہے کہ اپنے آپ دو قدم بھی نہیں چل سکتا میری یہ شان وشوکت جو تم دیکھ رہے ہو میری طاقت اور شوکت نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ حق تعالیٰ کی عظمت و جمال ہے مجھے اس میں کچھ دخل نہیں ہے اور میں بیچ میں نہیں ہوں،

حضرت قدوۃ الکبا نے حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کا یہ ارشاد بیان فرمایا:۔ صاحبان بصیرت کے نزدیک یہ مسلّمہ ہے کہ یہ تمام کائنات اسماء اور صاف الٰہی کی مظہر ہے لیکن سلاطین کی مظہریت بالکل واضح اور زیادہ ظاہر ہے (ان کا مظہر اوصاف الٰہی ہونا زیادہ واضح ہے) شاہان زمانہ امر تکوین کے مظہر ہیں) وہ اللہ تعالیٰ کے امر تکوینی کے مظہر ہیں (جس کے ذریعہ کائنات کا نظام قائم رہتا ہے) اسی لیے ان کے سامنے حد درجہ انکسار اور خضوع کرنا چاہیئے اور ان کے آداب کی رعایت بدرجۂ اتم لازم ہے (آداب شاہی کو بجالانا بے حد ضروری ہے)۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عارف باللہ اپنی رفتار، گفتار اور کردار میں ایک لمحہ کے لیے بھی اپنی نسبت سے غافل نہیں ہوتا بلکہ کھانے پینے، سونے، بولنے اور سننے میں بھی اس کو غفلت نہیں ہوتی اس لیے کہ اس کا یہ پیکر عنصری اور یہ ترتیب جسمانہ اس پتلی کی طرح ہے کہ پس پردہ پتلی نچانے والا اس پر پورا پورا تصرف رکھتا ہے۔ پردہ کے پیچھے سے جس طرح چاہتا ہے اس کو حرکت دیتا ہے (اور اس پتلی کا اس حرکت میں کوئی درخ نہیں ہوتا) حضرت نظامی گنجوی نے کیا خوب کہا ہے۔

شعر

لعبت بازی پس این پردہ است	پردہ میں معشوق ہے بیٹھا ہوا
ازپیٔ بازیچہ بہ پردہ نشست	اوٹ سے ہر کھیل ہے وہ کھیلتا

قال الا شرف: التصرف فی الحقیقۃ من اللّٰہ تعالیٰ لان الکمال فی ان یّصدر الا فعال کلّھا بارادتہ واختیارہ اذصدورھا بلا اختیارٍ وارادۃٍ نقص و الکمال فی ان یکون سمیعًا و بصیرًا و متکلمًاو موجدًا الٰی سائر صفاتہ الذاتیۃ والفعلیۃ والکمال فی ان یکون جمیع صفاتۃ دائمۃ الثبوت ازلًا وابدًا اذاتخلف عن واحدۃ

http://Ashrafi.org

منہاوقت مانقص۔

ترجمہ:- حضرت اشرف نے فرمایا کہ تصرف درحقیقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے کیونکہ شان کمال اسی میں ہے کہ سارے افعال اس کے ارادہ واختیار سے صادر ہوں کیونکہ بے اختیار وارادہ افعال کا صادر ہونا نقص وعیب ہے اور شان کمال اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر و متکلم وموجد اور تمام صفاتِ ذاتیہ وفعایہ سے متصف ہو اور کمال اس میں ہے کہ اس کے تمام صفات ازلی وابدی ہوں ان میں سے کوئی بات بھی کسی وقت نہ ہوئی تو نقص وعیب ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت نظامی گنجوی کے یہ اشعار اکثر پڑھا کرتے تھے۔

قطعہ

لعبت بازی پس این پردہ است	پردہ میں معشوق ہے بیٹھا ہوا
ازپی بازیچہ پردہ نشست	اوٹ سے ہر کھیل ہے وہ کھیلتا
دیدۂ دل محرم این پردہ ساز	دل کو تو اس پردہ کا محرم بنا
تاچہ برون آید این پردہ راز	تا کہ ملے راز کا تجھکو پتا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب حق تعالیٰ اپنے بندہ کو جس قدر اپنی معرفت سے حصہ عطا فرماتا ہے تو اس قدر بلا اس پر نازل کرتا ہے تا کہ وہ اس بلا کو اپنی قوتِ معرفت کے سہارے برداشت کرے جیسا کہ بعض عارفین نے کہا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر بندہ کو معرفت سے کچھ حصّہ عطا فرمایا ہے اور بمقدار معرفت اس پر بلا نازل کرتا ہے تا کہ وہ معرفت اس بلا کی برداشت کے لیے اس کی ممد ومعاون بن جائے۔

عطافرمودہ معرفت واپس نہیں لی جاتی

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب کسی کو اللہ تعالیٰ اپنی معرفت سے کچھ حصہ عطا فرماتا ہے تو اگر وہ اس معرفت کے مقتضیات کے مطابق عمل کرتا ہے تو اس کی مغرفت میں اضافہ کر دیتا ہے اور اگر وہ معرفت کے برخلاف عمل کرتا ہے تو اس معرفت کو عطا کردہ سے واپس نہیں لیتا تا کہ کل قیامت میں اس معرفت کے بموجب اس سے معاملہ کیا جائے لیکن پھر اس میں زیادتی اور اضافہ نہیں کیا جاتا ہے۔ پس بندہ کو چاہئے کہ جب اللہ تعالےٰ اس کو معرفت کے موتی اور کشف کے جواہر عطا فرمائے اور ان کو بندہ کے دل میں ڈال دے تو پھر وہ خانۂ دل میں دوسروی بیکار اشیاء کو نہ رکھے اور کس غیر مراد کو اپنے دل میں جگہ نہ دے۔

رباعی

ولی کو دران عشق جا میکند	وہ دل جس میں کرتا ہے عشق اپنی جا
مرادات عالم فنا می کند	ہر اک آرزو کی ہے اس میں فنا
اگر غیر حق رامکان دل کند	اگر غیر حق کا مکان دل بنا
دل و جانِ خودرا ہبا می کند	دل و جان کو کر دیا بس ہبا

حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً) فرمایا کہ فتوحات میں شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ شیخ ابوالعباس حریری فرماتے تھے کہ میں شیخ ابوعبد اللہ فرغانی کے ساتھ بازار سے گذر رہا تھا، انہوں نے اپنے چھوٹے بچے کے لئے (جو بیمار تھا) قصریہ خریدی تھی۔ قصریہ اس ظرف یا بوتل کو کہتے ہیں جس میں مریض کا پیشاب طبیب کو دکھانے کیلئے رکھتے ہیں تاکہ طبیب اس قصریہ یا قاروری کو دیکھ کر مریض کا مرض تشخیص کر سکے۔ راستہ میں ہماری ملاقات کچھ درویشوں سے ہوگئی ہم سب ایک جگہ بیٹھ گئے تاکہ وہاں کچھ کھا پی لیں۔ دل میں آیا کہ روٹی کے ساتھ کچھ دودھ شکر خرید لیں، اسوقت دودھ کیلئے کوئی برتن نہیں تھا تو لوگوں نے کہا کہ قصریہ نئ ہے ابھی ناپاک نہیں ہوئی ہے دودھ اس قصریہ میں لے لیا جائے، جب درویشوں نے اس قصریہ سے میٹھا دودھ پی لیا تو سب نے اپنا راستہ لیا اور اِدھر اُدھر چلے گئے۔ میں شیخ ابوعبداللہ کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ قصریہ شیخ کے ہاتھ میں تھی (گھر لے جا کر اس میں پیشاب رکھنے کا ارادہ تھا) خدا کی قسم! میں نے اور ابوعبداللہ فرغانی دونوں نے یہ سُنا کہ قصریہ سے آواز آئی کہ اے درویشو! اب کہ مجھ سے اولیاء اللہ نے کچھ کھایا پیا ہے (اور ان کو لب مجھ سے مس ہوئے ہیں) تو اب مجھ سے پیشاب نہیں رکھا جا سکتا خدا کی قسم ایسا نہیں ہوسکتا۔ اس آواز کے آتے ہی قصریہ ان کے ہاتھ سے اچھل کر زمین پر گر گئی اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی اس حال کے مشاہدہ سے ہم پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ شیخ اکبر نے فرمایا ہے کہ میں نے شیخ ابوالعباس سے کہا کہ شاید تم نے اس قصریہ کی موعظت اور پند کی طرف توجّہ نہیں کی۔ وہ بات نہیں ہے تم سمجھتے ہو (کہ اب اس میں پیشاب نہ رکھا جائے) بہت سے ایسے ظرف ہیں کہ ان میں تم سے بہتر لوگوں نے کھایا پیا ہے اور وہ ناپاک ہوگئے ہیں بلکہ اس سے مقصود تم کو تنبیہہ کرنا تھا کہ جب کہ تمہارے دل خداوند تعالیٰ کی معرفت کے مقام بن گئے ہیں پاس چاہیئے کہ ان کو غیر کا مقام نہ بنایا جائے اور ان میں وہ چیزیں نہ رکھی جائیں جن سے خداوند تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور قصریہ جو ہاتھ سے نکل کر ٹوٹ گئی اس سے اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے حضور میں ہمیشہ اسی قدر شکستہ رہو۔ شیخ ابوالعباس نے از سر انصاف کہا کہ واقعی آپ نے جو کچھ کہا ہم وہ نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے شیخ سہل بن عبداللہ تستری کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ:۔

اللہ تعالیٰ نے زیر عرش مومن کے دل سے بہتر کوئی مکان اور مقام پیدا نہیں فرمایا ہے اس لیے کہ اس نے سب سے عزیز اور قابل قدر پونجی مخلوق کو اپنی معرفت سے زیادہ عطا نہیں کی ہے (معرفت خداوندی ان تمام چیزوں میں افضل واعلیٰ ہے جو اللہ تعالےٰ نے خلق کو عطا فرمائی ہیں) پس عزیز ترین پونجی کو عزیز ترین مکان ہی میں رکھا جاتا ہے۔ اگر عرش سے فرش تک کوئی اور مکان و مقام دل مومن سے زیادہ بہتر اور عزت والا ہوتا تو وہ اپنی معرفت کی عزیز ترین متاع کو اس میں رکھتا! پس وہ بندہ بڑا ہی بے ہمت اور خسیس ہے کہ وہ اس مکان کو جو تمام مکانوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالےٰ کو عزیز ہے غیر حق سے معمور کرے اور غیر حق میں مشغول رکھے اس لیے کہ مناسب نہیں جو دل اس کی نظرگاہ ہے اس کو غیروں کی نظرگاہ (منظر)

بنایا جائے۔ بزرگ اس سے ڈرا کئے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ کے دیکھنے کی چیز کو غیر کے شغل میں ڈال دیا تو خدانخواستہ مجھ سے حق تعالیٰ جدا نہ ہو جائے جیسا کہ روایتوں میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی اور ارشاد کیا کہ اے ابراہیمؑ میں نے تجھے اپنا دوست بنایا ہے پس اس بات کا خیال رکھ کر تیرا دل میرے علاوہ کسی غیر کا مشاہدہ نہ کرے اگر کسی غیر کا گذر تیرے دل میں ہوا تو میں تجھ سے دوستی کو قطع کرلوں گا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے شیخ ابوبکر یزدایناراموی سے نقل فرمایا کہ وہ فرماتے تھے المحرفة تحقيق القلب بوحد انية الله (یعنی دل میں حق تعالےٰ کی وحدانیت کا متحقق ہوجانا معرفت ہے)

عارف کون ہے؟

حضرت نورالعین نے خدمت گرامی میں عرض کیا کہ عارف کس کو کہتے ہیں؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ ابوتراب نجشی فرماتے ہیں کہ عارف وہ ہے جسے کوئی چیز تاریک نہ کرسکے اور ہر چیز اس سے روشن ہو۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ خود کو لباس معرفت سے آراستہ کرنا اور دل میں عرفان کی بنیاد رکھنا ہر چیز سے بہتر ہے خواہ وہ ریاکاری ہی سے کیوں نہ ہو، جیسا کہ اکابر حضرات میں سے ایک نے ارشاد فرمایا کہ معرفت کے سبب سے بدی ہر عبادت سے بہتر ہے اور عارفوں کی ریا اور کاملوں کا نمود مریدوں اور مبتدیوں کے خلاص سے بصد مرتبہ افضل وہ بہتر ہے، اس بارے میں حضرت شیخ ابوالحسن نوری قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: عارف کی کچھ دیر کی معرفت اللہ تعالیٰ کے نزدیک عابدوں کی ہزار سال کی عبادت سے زیادہ افضل ہے جیسا کہ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ بغیر معرفت کے عبادت کرنیکی مثال چکی کے گدھے کی ہے کہ وہ نہیں جانتا کہ وہ کیا کررہا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شریف حمزہ عقیلی نے ایک موقع پر بلخ میں یہ بات فرمائی کہ زمانہ کے عارفوں کی نشانیوں میں سے ایک خاص نشانی اور پروردگار عالم کی معرفت رکھنے والوں کی ایک مخصوص علامت یہ ہے کہ اس کے دور میں ذرّہ بھی موجود ہو اس کا اُسے علم ہو یا ملک میں کوئی چیز پیدا ہو یا حرکت میں آئے تو اس کی اُسے خبر ہو حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً) فرمایا کہ شیخ ابن البرقی بیمار تھے ان کے سامنے پانی پیش کیا گیا تو آپ نے پینے سے انکار کردیا اور فرمایا کہ مکہ میں ایک حادثہ پیش آیا ہے جب تک اس افتاد کی تفصیل معلوم نہ ہو جائے تو میں کچھ نہیں پیوں گا۔ تیرہ دن تک کچھ نہ کھایا نہ پیا یہاں تک کہ خبر آئی کہ قرامطہ نے حرم پر حملہ کردیا ہے بہت سی مخلوق کو قتل کر ڈالا اور حجر اسود کو توڑ ڈالا ہے۔ تب انہوں نے کھایا پیا۔ شیخ ابوعثمان مغربی نے یہ قصہ سن کر حضرت شیخ ابوعلی کاتب سے کہ کہا کہ یہ تو کوئی بڑی بات نہ ہوئی (کوئی بڑا کام نہیں) بات تو جب ہے کہ یہ بتاؤ آج مکہ میں کیا ہورہا ہے انہوں نے جواب دیا کہ آج مکّہ میں تلوار چل رہی ہے (لڑائی ہورہی ہے) آل طلحہ اور آل بکر کے درمیان جنگ ہورہی ہے آل طلحہ کے لشکر کا سردار ایک ایسا جوان ہے جو سیاہ گھوڑے پر سوار ہے اور سرخ عمامہ باندھے ہے۔ اس بات کو (تاریخ کے ساتھ) لِکھ لیا گیا، جب مسافران مکّہ سے دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ویسا ہی ہوا تھا جو کہ شیخ نے بیان فرمایا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ یہ شرط عارف کے لیے برسبیل عموم نہیں ہے (کہ وہ

ہروقت ہر بات سے آگاہ رہے) صفت عبودیت اور عالم بشریت سے متعلق ہوتے ہوئے اس سے اتنا کچھ نہیں ہوسکتا، بندہ پر وہی بوجھ رکھا جاتا ہے جو وہ اٹھا سکتا ہے کوئی نہیں اٹھا پاتا اور کوئی اٹھالیتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ [۱] — تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا مگر جنہیں پسند فرمالیا جو اُس کے (سب) رسول ہیں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ [۲] — اور اللہ کی شان نہیں کہ وہ تمہیں غیب پر مطلع کردے۔

شعر

دانش جزوکل ز عادتِ اوست — علم ہر شے کا ہے اس کی شان
عالم الغیب و الشہادۃ اوست — عالم الغیب ہے وہی سبحان

حضرت کا عزم حج

حضرت قدوۃ الکبرا نے حج بیت اللہ کا قصد فرمایا۔ چنانچہ بعض خدام بارگاہ اور مخصوصانِ حضرت جیسے حضرت نورالعین، شیخ ابوالوفا خوارزمی وخواجہ ابوالمکارم، شیخ الاسلام، باباحسین اور تنگر قلی یہ سب حضرات آپ کی ہمراہی میں روانہ ہوئے، بندرگاہ روم سے [۳] جہاز میں سوار ہوئے ابھی تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا ہوگا کہ موافق ہوا کا چلنا بند ہوگیا تین روز اسی حال میں گزر گئے اور کسی وقت بھی بادموافق نہیں چلی اس صورتِ حال سے تمام ہمراہی پریشان ہوگئے۔ اس عرصہ میں حضرت قدوۃ الکبرا پر ایک خاص کیفیت اور ایک عجیب حالت طاری رہی اس عرصہ میں آپ نے اپنے ان ملازمین خاص کی اس پریشانی کی طرف قطعی توجہ نہیں فرمائی۔ آپ بس ادائے نماز اور اوراد مخصوصہ اور وظائف معہودہ پڑھنے میں مصروف رہتے تھے لیکن آپ کے اصحاب کے خیال میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ آپ خود ایسا نہیں کر رہے۔ (یہ سب کچھ فعل اضطراری ہے) جب سب لوگوں کی بے قراری اور جہاز میں سفر کرنے والوں کا عجز و نیاز حد سے بڑھ گیا تو مجبور ہوکر حضرت قدوۃ الکبرا کو اس حال سے آگاہ کیا گیا تو تبسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ اس وقت مجذوب شیرازی (حافظ شیرازی) یاد آرہا ہے۔ اس کا شعر پڑھو (جو حسبِ حال ہے)۔

شعر

کشتی شکستگانیم ای بادشرطہ برخیز — کشتی شکستہ ہم ہیں چل اُٹھ ہوا موافق
باشد کہ بازبینیم آن یار آشنارا — شاید کہ دیکھیں پھر ہم اس یارِ آشنا کو

جیسے ہی آپ کی زبان سے یہ شعر نکلا اور آپ نے شعر تمام کیا اسی دم بادموافق چلنے لگی اور جہاز تیزی سے منزل کی جانب روانہ ہوگیا۔ جب جہاز نے کافی راستہ طے کرلیا تو اس فقیر یعنی غریب نظام یمنی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ معرفتِ ولی کی ایک شرط یہ بھی ہے۔ اس وقت

---

[۱] پ ۲۹ سورہ جن ۲۶ [۲] پ ۴ سورہ آل عمران ۱۷۹ [۳] جہاز سے مراد بڑی بادبانی کشتی ہے

http://Ashrafi.org

کوئی ایسا عارف ہوتا تو اچھا ہوتا جو ہم کو عارفان وسالکانِ بحر کے بارے میں کچھ بتلاتا۔ میرے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے اس خادم سے مخاطب ہو کر فرمایا: ۔فرزند نظام الدین اتنی آگاہی اور اتنی خبر تو اللہ تعالیٰ کے عارفوں کی نظر میں گھاس کے تنکے کے علم سے بھی کم ہے۔ ابھی یہ سلسلہِ کلام جاری تھا کہ دریا کا پانی پھٹ گیا اور ایک شخص اس میں سے نمودار ہوا اور کہا کہ اے نظام الدین میں ان لوگوں میں سے ہوں جو عابدان بحر ہیں۔ (سمندر کے اندر عبادت کرتے ہیں) میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کا نام کیا ہے اور آپ کا مقام کہاں ہے؟ اور آپ لوگوں میں بھی مرید کرنے اور خلافت عطا کرنے کا طریقہ ہے جیسا کہ زمین کے اولیاء اللہ میں رائج ہے! انہوں نے جواب دیا کہ اس سمندر کے اندر ایک شہر ہے جس کو مدینۃ الاشرف کہا جاتا ہے اس شہر میں ایک شیخ ہیں جن کو دُرّالبحر کہا جاتا ہے وہ خود کو اشرفی سلسلہ کا ایک کمترین خلیفہ کہتے ہیں۔ شیخ درّ البحر کے دس ہزار مخلص مرید ہیں۔ ان میں سے ایک میں بھی ہوں میرا نام " کیکل" ہے۔ تب میں نے اس شخص سے کہا کہ تمہارے پیر خود کو جس ہستی سے منسوب کرتے ہیں وہ اس وقت اس جہاز میں تشریف فرما ہیں۔ میری یہ بات کہتے ہی کیکل پانی سے باہر آ گئے ان کے جسم پر جو لباس تھا وہ پریوں کے لباس کی طرح تھا وہ اسی وقت حضرت قدوۃ الکبرا کی قدم بوسی کے شرف سے مشرّف ہوئے اور حضرت قدوۃ الکبرا سے ایک گھڑی تک مصروف کلام رہے لیکن ہم لوگوں میں سے کوئی بھی ان حضرات کی گفتگو کو نہیں سمجھ سکا۔

ایک شب تراویح میں ختم قرآن

حضرت قدوۃ الکبرا ایک سال رمضان کے مہینہ میں صالحیہ دمشق میں جامع مسجد کی خانقاہ میں معتکف تھے۔ حضرات صوفیہ اور ارباب طریقت کی دمشق میں اتنی کثرت ہے کہ بیان نہیں کی جاسکتی۔

شعر

چنان مجمعی بودکز اژدحام — کچھ ایسا تھا مجمع وہاں ایک قدم

درانجائی مراد نمیداشت گام — نہ رکھتا تھا کوئی وہاں ایک دم

اس بات سے سیاحانِ زمانہ اور وہاں کے آنے جانے والے بخوبی واقف ہیں، وہاں کے تمام اکابر صوفیہ، فضلا اور فقرا اس ارشاد کے مطابق کہ من صلے خلف امام تقی فکانما صلی خلف امام النّبی (جس نے متقی امام کے پیچھے نماز ادا کی گویا اس نے کسی نبی (علیہ السلام) کی امامت میں نماز ادا کی) حضرت قدوۃ الکبرا کی اقتداء میں نماز تراویح ادا کرتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ ایک رات میں قرآن پاک ختم فرماتے تھے۔ بعض آرام پسند لوگ اتنی دیر کھڑے رہنے کی زحمت براداشت نہیں کر سکتے تھے وہ ختم قرآن کی سعادت سے محروم رہتے تھے لیکن عبادت گذار حضرات اس طرح کے قیام کو اپنی معراج سمجھتے تھے تقریباً ایک سو اہل کمال اس طرح شریک ہوتے تھے۔ جب عید کا چاند ہوتو

دمشق والے دنیاوی مشاغل میں لگ گئے ہر طرف سے طبل و نقاروں کی آوازیں آنے لگیں۔

مصرعہ:۔

گمان شد کہ آمد اسرافیل صور
اسرافیل نے گویا پھونکا ہے صور

اور جیسا کہ شہر کے لوگوں کا قاعدہ ہے عام شور و غل پڑھ گیا، حضرت قدوۃ الکبرا پریشان ہوگئے اور ایک روز کا نعرہ لگایا اور اس کے بعد مراقبہ میں مستغرق ہو گئے ایک گھڑی تک آپ کی یہ کیفیت رہی۔

شعر

بدریائے حیرت فرد بردہ سر — تحیر کے دریا میں ڈالا جو سر
زصحرائے فکرت بر آوردہ بر — تفکر کے صحرا سے نکلے بدر

ایک گھڑی کے بعد آپ اس عالم تحیرّ سے باہر آئے تو فرمایا کہ رمضان کی بیسوں تاریخ سے مجھے عالم مشاہد میں ڈال دیا گیا تھا اور میں اسرار الٰہی کے معائینہ میں مشغول و مصروف تھا اس تمام مدت میں مجھ پر بے خودی طاری رہی مجھے یاد نہیں کہ ان ایام میں نمازیں میں ادا کر سکا ہوں یا نہیں اخدام نے عرض کیا کہ حضرت قدوۃ الکبرا سے آداب نماز میں کوئی کوتاہی نہیں ہوئی اور کوئی دقیقہ اس سلسلہ میں فرد گذاشت نہیں ہوا ہے۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا الحمد اللہ! اشرف کے وقت کو بھی شیخ اکبر اور سیدّ الطائفہ شیخ جنید بغدادی کے اوقات کی طرح (فروگذاشت) سے محفوظ رکھا گیا۔ اسی سلسلہ میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ فتوحات مکیہ کے چالیسوں باب میں مذکور ہے کہ شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھے آپے سے باہر کر دیا اور ایک عرصہ مجھ پر گذار دیا کہ میں با جماعت نماز ادا کرتا تھا امام ہوتا تھا، اور نماز کے تمام ارکان جیسا چاہیئے بجالاتا تھا لیکن مجھے اس کا کچھ شعور نہیں تھا نہ جماعت کا اور نہ مقام کا نہ عالم محسوسات سے مجھے کسی چیز کی خبر ہوتی تھی۔

یہ میں اس لیے بیان کر رہا ہوں کہ حال سے افاقہ کے بعد مجھے اس سے خبر دار کیا گیا۔ مجھے خود اس کا کچھ علم نہیں ہوا جو کچھ اس مدت میں واقع ہوا وہ ایک سوئے ہوئے شخص کی حرکات کی طرح تھا کہ اس کو اپنی ان حرکات کا علم نہیں ہوتا ہے جو اس سے صادر ہوتی ہیں۔ مجھے یہ علم ہو گیا کہ حق تعالیٰ نے میرے اوقات کو محفوظ رکھا ہے اور میرے ساتھ وہی کچھ کیا جو حضرت شبلی کے ساتھ کیا تھا کہ اوقاتِ نماز میں ان کا شعور واپس آجاتا تھا لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان کو خود اس کا شعور تھا یا نہیں۔ اس بات کو حضرت جنید قدس سرہٗ سے بیان کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا

الحمد للہ الذی لم یجر علیه لسان ذنبٍ (اللہ کا شکر ہے کہ اس نے زبانِ گناہ اس پر جاری نہ فرمائی)

ازخودرفتہ کے افعالِ ظاہری

اس موقع پر حضرت دریتیم نے عرض کیا کہ جب کوئی شخص ازخودرفتہ ہو جائے تو اس سے افعال ظاہری کس طرح سرزد ہوتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ ایک تو اس طرح کہ ملائکہ اس سے یہ افعال ظاہری کراتے ہیں اور اس کو اس کا شعور نہیں ہوتا اور دوسرے یہ کہ جب اعضاؤ جوارح عادی ہو جاتے ہیں تو کوئی تعجب نہیں کہ فقدان شعور کے باوجود کارہائے معینہ ان سے سرزد ہوں (بطور ملکہ وہ کام انجام دیتے ہیں)

حضرت نورالعین نے عرض کیا کہ فوائد معرفت کے سلسلہ میں حضور کچھ عنایت فرمائیں (بیان فرمائیں) حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ پیر ہروی (حضرت خواجہ عبداللہ انصاری ہروی) شیخ ابی عبداللہ باکو سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے سُنا ہے کہ احمد بن حسین بن منصور حلاّج نے خجند میں بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے تو انہوں نے فرمایا کہ تم اپنے نفس کو کسی کام میں لگالو قبل اس کے کہ وہ تم کو کسی امر میں ڈال دے۔

شعر

اگر نفس خودرانہ نہ آری براہ — کیا گر نہیں نفس کو روبراہ
برو تا ترا افگند زیرِ چاہ — تو جا تا کہ ڈالے تجھے زیر چاہ

میں عرض کیا کہ کچھ اور فرمایئے تو انہوں نے کہا کہ جس وقت کہ سارا عالم کام میں لگ جائے تو اس چیز میں کوشش کر جس کا ایک ذرہ کونین کے تمام اعمال سے بہتر ہے۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا معرفت حق سبحانہ، تعالیٰ۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ عبداللہ بن محمد کہتے ہیں کہ عارف خلق خدا کی موافقت میں حق تعالیٰ کی پرستش نہیں کرتا ہے بلکہ وہ خالق کی موافقت میں کام کرتا ہے اور پھر معرفت اس پردہ کو چاک کر دیتی ہے جو بندہ اور خالق کے درمیان ہوتا ہے۔

شعر

بدرد یقین پردہ ہائے خیال — یقین پھاڑتا ہے حجاب خیال
نماند سرا پردہ الا جلال — سرا پردہ رہتا نہیں جز جلال

عارف کو چاہئیے کہ وہ عوام کے ساتھ سنی طریقہ پر رہے اور خواص کے ساتھ عارف بن کر۔ اپنی ذات کے ساتھ موحد بن کر اور اپنے نشان کے لحاظ سے گم ہو کر رہے۔

شعر

سلاطین عزلت گدایانِ حی — تجرد کے شاہ و گدائے الہٰ
منازل شناسان گم کردہ پئی — منازل سے آگاہ گم کردہ راہ

http://Ashrafi.org

شیخ مرتعش سے منقول ہے کہ میں نے اس وقت تک اپنے کو باطن میں خاص کی صورت میں نہیں دیکھا جب تک ظاہر میں خود کو عام کی طرح نہیں دیکھا۔اس عام سے مراد وہ عمومیت نہیں ہے جو کو عوام کہتے ہیں بلکہ اس سے ان کی مراد رتبہ اور مرتبت وسطیہ ہے۔

حضرت درِّیتیم نے عرض کیا کہ معرفت رسمی کے کیا فائدے ہیں؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ پیر ہروی (خواجہ عبد اللہ انصاری) سے منقول ہے کہ کوئی چیز جسم نہیں پاتی ہے مگر عارفانہ معرفت سے نہ تصدیقی معرفت سے۔شیخ ابوعلی دقاق فرماتے ہیں:۔ معرفة رسمية كقطرةٍ دسمية لا عليلا تشفى ولا غليلاً تسقِى (رسمی معرفت چکنائی کی بوند کی طرح ہے ءاس سے علیل کو شفا ہوسکتی ہے اور نہ وہ پیاسہ کو سیراب کرسکتی ہے، لیکن نجات معرفت رسمی سے بھی ہو جائے گی انشاء اللہ تعالےٰ۔حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد کیا کہ معرفت عواطف الٰہی کے دریاؤں کا ایک موتی ہے اور اللہ تعالےٰ کے لطائف نا متناہی کی معادن کا ایک جوہر ہے۔دیکھئے وہ کون سا سعادت مند ہے جس کے احوال کے تاج کے لئے یہ دُرالتاج بنتا ہے اور بڑا ہی خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس موتی کو اپنی دُرجِ دل میں بطورِ امانت سنبھال کر رکھے۔

قطعہ

دردُرجک دلی کہ بود درمعرفت	جس پاک دل کے خانہ میں ہو درِ معرفت
آن دل بہ از ہزار جہانست بالیقین	وہ دل ہزاروں خلق سے بہتر ہے بالیقین
ازصد ہزار عالم واز ہرچہ درویست	لاکھوں جہان اور جو اسمیں ہے دیں اگر
بہرتو گرد ہند ہمین معرفت گزین	کہ معرفت قبول فقط اور کچھ نہیں

اے عزیز جوانمرد وہ ہے جو مقصد کونین کو ترک کردے اور معرفت الٰہی میں مستغرق ہو جائے۔اور کامل وہ شخص ہے جو ثقلین کے وجود کو نہیں رکھتا (دونوں عالم سے اس کو سروکار نہیں ہے) اور حقوق معرفت وعرفان کو ادا کرتا ہے ا۔آپ نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ:۔

شیخ محمد بن یوسف عشا کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد پہاڑوں کی طرف نکل جاتے اور صبح تک وہاں رہتے اور بار بار کہتے الٰہی ؟ مجھے یا تو اپنی معرفت اور شناسائی عطا کردے یا پھر اس پہاڑ کو حکم دے کہ وہ میرے سر پر ٹوٹ پڑے۔

شعر

مرابار کوہی کہ چندان بود	مجھے کوہ کا بارچنداں نہیں
زبارِ فراق تو آسان بود	جدائی مگر تیری آساں نہیں

تیری آشنائی اور شناسائی کے بغیر زندہ رہنا نہیں چاہتا۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب میں مکہ معظمہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ چند بوڑھے مقام ابراہیم علیہ السّلام پر بیٹھے ہیں میں ان کے قریب بیٹھ گیا۔قاری نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تلاوت کی۔میرے دل پر اس کا خاص اثر ہوا میں وہیں چیخنے اور فریاد کرنے لگا۔بوڑھوں نے قاری سے کہا کہ آپ خاموش ہو جائیں۔اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اے جوان! تجھے کیا ہو گیا کہ تو فریاد کرنے لگا اور ابھی تو قاری نے ایک آیت کی تلاوت ھی نہیں کی ہے۔میں نے کہا کہ بسم اللہ کے کچھ معنی مجھے معلوم کرا دیئے ہس جو وجد کا سبب ہوا،سب نے کہا کہ تم کو کیا معنی بتائے گئے۔میں نے کہا باسمه قاصت السمٰوٰت والا رض باسمه قامت الا شياء وكفى باسم الله سماعاً (اس کے نام سے تمام آسمان اور زمین قائم ہوئے اور تمام چیزیں اس کے نام سے قائم ہوئیں۔پس اللہ کا نام سن لینا کافی ہے) یہ سنتے ہی تمام بزرگ اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے بیچ میں مجھے بٹھالیا اور میری بہت عزت وتوقیر کی۔

شیخ محمد بن یوسف فرماتے ہیں کہ مکہّ معظمہ میں یہ دعائیں کیا کرتا تھا:۔

یارب مجھے اپنی معرفت عطا فرما ورنہ میری جان لے لے کہ تیری معرفت کے بغیر مجھے جان کی ضرورت نہیں ہے ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اگر تم یہ چاہتے ہو تو ایک ماہ کے روزے رکھو اور اس عرصہ میں کسی سے بات نہ کرنا۔روزے ختم کرنے کے بعد تم چاہ زمزم پر جانا اور پھر وہاں اپنی حاجت طلب کرنا۔چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا جب ایک ماہ گزر گیا تو میں زمزم پر آیا اور دعا کی۔چاہ زمزم سے ہاتف نے مجھے پکار کر کہا۔یا ابن یوسف اختر من الا مرين واحداً ايهما احب اليك العلم مع الغنىٰ والدنيا او المعرفة مع القلة و الفقر (اے ابن یوسف تم کو اختیار دیا جاتا ہے ان دو باتوں میں سے ایک جو تم زیادہ پسند ہو اختیار کرلو۔علم دولت و دنیا کے ساتھ یا معرفت قلت اور فقر کے ساتھ) میں نے کہا کہ میں معرفت قلت وفقر کیساتھ اختیار کرتا ہوں،پس چاہ زمزم سے آواز آئی کہ "تمہیں عطا کیا،عطا کیا"۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ جب عارف کو وجدان میسّر آجاتا ہے اور وہ کمالات سے موصوف ہو جاتا ہے تو اس کے ان کمالات کے آثار میں سے ایک بات یہ ہوتی ہے کہ اس پر ہمیشہ نسبت غالب رہتی ہے۔چنانچہ اس مکتوب میں جو شیخ علی ابن سہیل اصفہانی کو تحریر کیا گیا اس میں لکھا ہے کہ اپنے شیخ ابو عبداللہ سے دریافت کرو کہ تم پر کون سی چیز غالب ہے۔چنانچہ علی ابن سہیل نے اپنے شیخ سے یہی سوال کیا ان کے شیخ نے فرمایا ان کو لکھ دو کہ وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلىٰ اَمْرِهٖ [1] (اللہ جل شانہٗ اپنے کام پر غالب ہے)

حضرت قدوۃ الکبرا نے اکابر صوفیہ سے اس واقعہ کو نقل فرمایا کہ عالِم تم کو سرکہ اور حنظل چکھاتا ہے اور عارف تم کو مشک اور عنبر کی خوشبو سونگھاتا ہے۔العالم يزيقك الخل والحنظل والعارف يشمك المسك و العبز

---

[1] پ ۱۲ سورۂ یوسف ۲۱

اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ علما چونکہ احکام تکلیفی (تشریعی) کے بیان کے مظہر ہیں (وہ احکام شریعت بیان کرتے ہیں) اس سلسلہ میں ان کے نفس کو جو کلفت اور مشقت اٹھانی پڑتی ہے اس کو انہوں نے خَلّ و حنظل سے تعبیر کیا ہے اور چونکہ ارباب معرفت اور اصحاب وجدان حیات اصلی اور حقیقی کی چشمہ کے دھانہ پر پہنچ گئے ہیں اور حضرت خضر علیہ السّلام کی طرح احوال شریفہ کے آب شیریں سے آسودہ ہیں اکابر کی ہم نشینی اور ان کے فیض صحبت کے باعث ان کے احوال سے دوسرے لوگ بھی نفع اندوز ہوتے ہیں اور وہ خود اپنی جمیعت خاطر سے جو بہت ہی خوشبودار ہے متاثر ہیں (اثر پذیر ہیں) اس لیے ان کی فیض رسانی کو مشک و عبز سونگھانے سے تعبیر کیا ہے۔

حضرت دُریتیم نے قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ تارکِ دنیا زاہدوں کے مراتب اور خدا پرست عارفوں کے مناصب کے مابین کیا فرق ہے؟ کہ زاہد صرف دنیا کو ترک کیے ہوئے ہے اور عارفانِ حق آخرت کے بھی خواہاں نہیں! سوائے ذات حق کے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے جواب میں فرمایا کہ ادنیٰ ترین فرق وہ ہے جو ایک ذرہ اور آفتاب میں ہے اس لیے زاہد کا مقصود آخرت کی لذتوں سے محفوظ ہونا اور وہاں کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا ہے جب کہ عارف کی خواہش اور آرزو مولیٰ کی تجلیات اور جمالِ لایزال کا نظارہ کرنا ہے۔

مصرعہ:۔

به بین تفاوتِ راه از کجاست تا بکجا

تو دیکھ راستہ کا فرق ہے کہاں سے کہاں

حضرت قدوۃ الکبرا جامع صالحیہ دمشق میں تشریف فرما تھے ایک صاحب جو اوصاف عابدانہ اور کمالِ زاہدنہ سے متصف تھے آپ کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے ان کے سامنے یہ شعر پڑھا۔

شعر

سیر زاہد ہر مہی یک روزہ راہ ماہ بھر زاہد چلے اک دن کی راہ

سیر عارف ہر دمی تاتختِ شاہ سیر عارف ہر گھڑی تاتخت شاہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ خواجہ حافظ شیرازی درگاہ عالی کے ایک مجذوبوں میں سے ہیں اور وہ بارگاہ حق تعالیٰ کے ایک محبوب بندے ہیں وہ مجھ فقیر کے ساتھ نیازمندی کا تعلق رکھتے تھے ایک مدت تک ہماری ان کی صحبت رہی ہے ایک روز ہم سرراہ بیٹھے تھے کہ اہل معارف اور زاہدوں کے مراتب کی بات ہونے لگی۔ خواجہ حافظ شیرازی نے یہ شعر پڑھا۔

شعر

زروئ دوست دل دشمنان چہ دریابد رخِ حبیب سے دشمن کے دل کو کیا حاصل

چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا چراغ مردہ کہاں شمع آفتاب کہاں

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ کسی نے شیخ جعفر خلدی سے دریافت کیا کہ عارف کون ہیں

http://Ashrafi.org

انہوں نے جواب دیا وہ ایسے لوگ ہیں کہ نہیں ہیں اور وہ ہو جائیں تو وہ نہ رہ جائیں یعنی وہ لوگ نہ وہ ہیں اور اگر وہ ہیں تو وہ نہیں ہیں۔ اس سلسلہ میں زبان مبارک سے فرمایا۔

شعر

ایشان کہ بوند ایشان ایشان نبوند ایشان — وہ لوگ جو وہ ہیں وہ لوگ نہیں وہ ہیں
ایشان کہ نہ ایشان اند ایشان ہمہ ایشانند — وہ لوگ نہیں جو وہ سب بالیقین وہ ہیں

عارف کے دل کا آئینہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت ممشاد علو دینوری قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ عالمِ راز میں عارف کا دل ایک آئینہ ہے جب وہ اس آئینہ میں دیکھتا ہے تو وہ اللہ کو دیکھتا ہے اس کے دل میں ایک جگہ ایسی ہے کہ سوائے اللہ کے اور کوئی اس میں جگہ نہیں پاتا۔

حضرت کبیر نے معرفت ذات کو دریافت کیا۔ حضرت ذوالنون مصری سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ذات حق میں علم کا نام جہل ہے اور حقیقت معرفت میں کلام کرنے کا نام حیرت ہے اور اشارہ کرنیوالے کا اشارہ کرنا شرک ہے۔ ذات حق میں بات کرنا نادانی ہے کسی شخص کو اللہ کی ذات وصفات میں گفتگو مناسب نہیں اور جائز نہیں کہ کچھ کہے مگر وہ کہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جس کو فرما دیا اس کی کیفیت نا قابل ادراک ہے اور ماننے اور تسلیم کرنے کے سوا اس میں کچھ جائز نہیں ہے اور حقیقتِ معرفت میں گفتگو حیرت ہے کیونکہ وہ اپنے کو حقیقت کے حق میں سمجھتا ہے۔ دوسرے سب عاجز اور حیرت زدہ ہیں۔ اپنی بزرگی کو آپ پہچان کر اُسے معرفت باور کرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ یا اللہ میں تیری مدح نہیں کر سکتا اور نہ تیری ثنا کر سکتا ہوں تو ویسا ہی ہے جیسا تو نے خود اپنی مدح فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ لَا يُحِيطُونَ بِهٖ عِلْمًا[۱] (اور وہ اپنے علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے) اس کو یہی جان لو کہ وہ ہے اللہ تعالیٰ یکتا و بے مثال اور اشارہ کرنے والے کا اشارہ شرک ہے یعنی شرک خفی کیونکہ اشارہ کرنے والا چاہیئے اور وہ دوئی میں نہیں سماتا۔ وجود حقیقی وہ ہے اور باقی سب بہانہ ہے اور وہ وجودِ ہستی میں فرد ہے۔

مصرعہ

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ
(سمجھ لو کہ حق کے سوا سب باطل ہے)

طاہر مقدسی کا قول ہے کہ اگر لوگ عارف کو نور دیکھ پائیں تو اس میں جل جائیں اور اگر عارف وجود کے نور کو دیکھ لے تو سوخت ہو جائے۔ خدا شناسی کی حد نفوس سے اور اسکی تدبیروں سے مجرد ہو جانا ہے۔

حضرت شیخ خیر الدین سدھوری کے قول "عارفان زمانہ کی دو مشہود حالتوں کہ "جس نے اللہ کا عرفان حاصل کیا اُس کی زبان گونگی ہوگئی اور اس کا الٹا کہ جس نے اللہ کا عرفان حاصل کیا اس کی زبان دراز ہوگئی" کے بارے میں دریافت کرنے پر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ معرفت کی دو قسم ہے

---

۱ پ ۱۶ طٰہٰ ۱۱۰

http://Ashrafi.org

معرفت ذاتیہ اور معرفت صفاتیہ۔صفات کے عارف کی زبان دراز ہو جاتی ہے اور ذات کے عارف کی زبان گونگی ہو جاتی ہے۔یعنی جب بندہ نے کُل کی نفی کی البتہ جزء وجود کل میں داخل تھا اور وہ بھی حقیقت نفی میں ہے اور حقیقت مثبت چاہیئے کہ شے کا اثبات کر سکے۔نفی میں اثبات کا حکم اُس سے اٹھ گیا،ضرور زبان کو گونگا ہوگا اور جب نفی کے جنگل سے سر کو باہر لاتا ہے اور اثبات کے کوچہ میں آتا ہے تو احکام کی فرمانبرداری سے مانوس ہوتا ہے کوئی احکام شریعت کی باریکی اُس سے نہیں چھوٹتی باغنچۂ دل بے حد شاد رہتا ہے اور نورِ بصیرت انوارِ الٰہی کے مشاہدہ اور اسرارِ نامتناہی کے معائنہ سے مسرور ہوتا ہے تو ضرور یہ کہنا کہ جس نے اللہ کا عرفان حاصل کیا اس کی زبان دراز ہوگئی اس کی حالت ہر جاتی ہے۔

قطعہ

کشیدہ خنجری از ہیبتِ ذات — بڑی ہیبت سے ہے خنجر کو کھینچا
دریدہ فرق عرفا را بکرات — سرِ عارف کو کتنی بار کاٹا
چو از جامِ صفاتش می چشیدہ — پیا اسکی صفت کا جب پیالا
ز جیب لا ابالی سر کشیدہ — گریبانِ خودی سے سر نکالا

حضرت جہانگیر اشرف سمنانی (قدوۃ الکبرا) نے نہایت معرفت کی اس طرح تعریف فرمائی کہ نہایت معرفت حق کا پانا ہے اس طرح کہ اس سے یہ وصف معرفت کبھی جدا نہ ہو جس طرح سے بینائی آنکھ سے اور سماعت کانوں سے کبھی جدا نہیں ہو سکتی۔